اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اٰل عمرٰن:134)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

تربیت کی ضرورت:

’’تعلیم وتربیت‘‘ دو الفاظ شروع ہی سے اکٹھے رہے ہیں۔ تعلیم تو انسان مدارس سے، سکولوں سے، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے حاصل کرتا ہے مگر وہاں تربیت مفقود ہے۔ پہلے وقتوں میں لڑکپن میں ماں باپ تربیت کرتے تھے اور جوان ہونے کے بعد پیر استاد کرتے تھے۔ لیکن آج وقت کچھ اور ہے۔ آج کل کے لڑکے ماں باپ سے کوئی اصلاحی بات سننا پسند ہی نہیں کرتے۔ ان کو باپ اچھا نہیں لگتا کیونکہ وہ روکتا ہے، البتہ ماں اچھی لگتی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی اجازت دے دیتی ہے۔ بلکہ بعض نوجوان باپ سے ایسے نفرت کرتے ہیں جیسے پاپ سے نفرت کی جاتی ہے۔ انہیں روک ٹوک اچھی نہیں لگتی۔ نفس اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے کسی بات سے روکا جائے۔ اور جو کوئی اسے روکے وہ اسے اچھا نہیں لگتا۔ اگر کوئی بڑا سمجھائے تو اس سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں۔ بڑا بھائی سمجھا دے تو چھوٹا اس سے بولنا چھوڑ دیتا ہے اور اگر باپ سمجھا دے تو وہ نوجوان اپنے والد کے سامنے آتا ہی نہیں۔ خون اتنے سفید ہو چکے ہیں۔ گویا جو خواہشات پوری کرنا سکھائے اسے دوست سمجھتے ہیں اور جو نفس کی مکاریاں بتلائے اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ یہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔

انسان کے تین برتن:

اللہ رب العزت نے انسان کو تین برتن عطا کیے ہیں۔

جذبات کا برتن:

ان میں سے پہلا برتن انسان کا دل ہے۔ یہ جذبات کا سرچشمہ ہے۔ انسان میں جتنے بھی جذبات ہوتے ہیں ان کا تعلّق دل سے ہے۔ محبّت کا جذبہ، نفرت کا جذبہ، بہادری کا جذبہ، بزدلی کا جذبہ، سخاوت کا جذبہ، بخیلی کا جذبہ۔ ان سب جذبات کا تعلّق انسان کے دل کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ ایمان اور کفر کا تعلّق بھی انسان کے دل کے ساتھ ہی ہے۔

خیالات کا برتن:

دوسرا برتن عقل ہے۔ یہ خیالات کا برتن ہے۔ یہ انسان کے جسم میں آنے والے اچھے اور برے سب خیالات کا برتن ہے۔ سب خیالات کا محور اور مرکز عقل ہے۔ جس طرح کمپیوٹر کے اندر ایک Math Co.processor ہوتا ہے۔ پروگرام میں جہاں کہیں Mathematically equation آجائے تو وہ سیدھی Math Co.processor کی طرف ریفر کر دی جاتی ہے، اسی طرح انسان کے دماغ میں جتنے بھی خیالات Process ہو رہے ہوتے ہیں وہ انسان کے دماغ میں ہوتے ہیں۔

یوں سمجھئے کہ انسان کا دماغ خیالات کا موٹروے ہے۔ جیسے موٹروے پر کاریں بھی ہوتی ہیں، بسیں بھی ہوتی ہیں اور بڑے بڑے ٹریلر بھی ہوتے ہیں اسی طرح انسان کے دماغ کی موٹروے کے اوپر بھی ہر طرح کے خیالات آ رہے ہوتے ہیں۔ کبھی دنیا سے متعلّق، کبھی دین سے متعلّق، کبھی اپنے متعلّق اور کبھی غیروں کے متعلّق۔ یہ خیالات بار بار آ رہے ہوتے ہیں۔ خیالات کا بار بار آنا بھی اللّٰہ کی رحمت ہے۔ اگر یہ خیالات بار بار نہ آتے تو ہماری زندگی میں مشکل پیدا ہو جاتی۔

فرض کریں کہ ایک صوفی صاحب سے اس کی بیوی نے کہا دوپہر کو مہمانوں نے آنا ہے، آپ سبزی لا کر دے دیں کھانا بنانا ہے۔ گھر سے نکلے اور ان کو دس پندرہ سال کے بعد پرائمری سکول کے دوست مل

گئے۔اب اس سے باتیں کرنے لگ گئے۔اگر چہ وہ بات کر رہے ہوں گے لیکن ان کے دماغ میں ہٹ ہٹ کر خیال آئے گا کہ میں نے گھر میں سبزی پہنچانی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا آٹو میٹک سسٹم ہے۔اگر فرض کریں کہ اس کو یہ خیال ہی نہ آتا کہ میں نے گھر میں سبزی پہنچانی ہے اور دو پہر کو مہمان آجاتے اور یہ دوست کے ساتھ وقت گزار کر شام کو گھر آرہے ہوتے تو پھر گھر کے اندر کیا تماشا بنتا۔

اسی طرح انسان ایک وقت میں دو خیال ذہن میں رکھ سکتا ہے۔ایک کام کر رہا ہوتا ہے اور دوسرے کام کا خیال اس کے ذہن میں آرہا ہوتا ہے۔مثلاً امام صاحب نے نماز پڑھانی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ آیتیں بھی تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔وہ آیتیں بھی ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں اور وقفے وقفے سے گھڑی کی طرف بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

خیالات کی ٹریفک:

اگر موٹروے پر ٹریفک آ بھی رہی ہو اور جا بھی رہی ہو تو پھر فکر کی کوئی بات نہیں ہوتی۔فکر کی بات تب ہوتی ہے جب ٹریفک بلاک ہو جائے۔اسی طرح اگر خیالات آئیں اور جائیں تو فکر کی کوئی بات نہیں، لیکن جب کوئی خیال آجائے اور جم جائے تو وہ ٹریفک کو بلاک کر دیتا ہے۔اب اس کا خیال رکھنا پڑے گا ۔جیسے پولیس والا چوراہے پر کھڑا ہو کر دائیں طرف کی ٹریفک کو بائیں طرف اور بائیں کو دائیں طرف، سامنے والی ٹریفک کو پیچھے اور پیچھے والی ٹریفک کو سامنے کی طرف چلاتا رہتا ہے اسی طرح انسان بھی اپنی عقل کے چوراہے پر خیالات کی آنے والی ٹریفک کو چالو رکھتا ہے۔جس طرح ٹریفک جام ہو جائے اور چوک میں بھیڑ لگ جائے تو اس سپاہی کی وردی اتار لی جاتی ہے اسی طرح جس بندے کے دماغ کے چوک میں شہوانی خیالات کی ٹریفک جم جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس بندے کی انسانیت والی وردی اتار دیتے ہیں۔

خیالات کے آنے پر پکڑ کب ہوتی ہے؟

ایک اصول ذہن نشین کر لیجئے کہ خیالات کا آنا برا نہیں بلکہ خیالات کا لانا اور ان کو دل میں جمانا برا ہے۔ گندے سے گندا خیال بھی آسکتا ہے، لیکن یہ آئے اور چلا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اولیاء کو بھی ایسے خیالات آسکتے ہیں...... کئی دفعہ نوجوان لذتیں لینے کی خاطر دل میں عجیب و غریب طرح کے خیالات سوچتے ہیں یاد رکھیں کہ اگر ارادے کے ساتھ کوئی ایسا خیال باندھا تو اس پر پکڑ ہوگی اور اگر خود بخود کوئی خیال آجائے تو اس کو جھٹک دیجئے، اس سے روحانیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ایمان کی علامت:

صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی خدمت میں عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان خیالات کو ہٹانے کی نسبت آگ میں پڑ جانا بہتر ہے۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ کہ وہ خیال آنے سے تمہیں خوشی ہوتی ہے یا دل تنگ ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! بہت دل تنگ ہوتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ذٰلِكَ عَلَامَةُ الْاِيْـمَـانِ یعنی اگر دل تنگ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تمہارے دل میں ایمان موجود ہے۔ اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ خیالات کسی طرح کے بھی آسکتے ہیں مگر سالک کو چاہیے کہ وہ ان خیالات کو ذہن میں جمنے نہ دے۔ جب کبھی ایسے خیالات آئیں ان کو فوراً جھٹک دے۔ اس کے بارے میں ہرگز نہ سوچے۔ یاد رکھیں کہ جب کسی خیال کی سوچ شروع ہوگئی تو یوں سمجھئے کہ اس کی ظلمت دل پر ضرور آئے گی۔

خواہشات کا برتن:

تیسرا برتن نفس ہے اور یہ خواہشات کا برتن ہے۔خواہشات جتنی بھی ہیں ان کا تعلّق نفس کے ساتھ ہے۔ یہ خواہشات اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی۔ مثلاً ''میں تہجّد گزار بن جاؤں'' یہ اچھی خواہش ہے۔اور ''دنیا میں میری شہرت اور بڑا اونچا نام ہو'' یہ بری خواہش ہے۔

باطنی اصلاح کے دو طریقے:

انسان کی اصلاح کے دو طریقے ہیں۔ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان نفس کے اوپر محنت کرے اور اس کی خواہشات کو کچل دے حتیٰ کہ اس کی خواہشات شریعت کے مطابق ہو جائیں۔اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دل پر محنت کی جائے اور اس کے جذبات کو بدل دیا جائے حتیٰ کہ اللہ رب العزت کی محبّت غالب آجائے۔ جب انسان کو اللہ رب العزت کی محبّت کا جذبہ حاصل ہو جائے گا تو اس کے خیالات اور خواہشات بھی اس کے مطابق ہو جائیں گے۔دل پر محنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کثرت سے ذکر و مراقبہ کیا جائے۔

سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ نقشبندیہ میں بنیادی فرق:

مشائخ چشت نفس کے مجاہدات سے روحانی تربیت کا کام شروع کرواتے ہیں اور مشائخ نقشبند قلب کے ذکر سے۔منزل دونوں کی ایک ہے۔لیکن ہر پھول کا اپنا اپنا رنگ اور اپنی اپنی خوشبو ہے۔نفس پر جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں مجاہدہ زیادہ کرنا پڑتا ہے۔متقدمین نے یہی طریقہ اپنایا کیونکہ یہ ان کے حالات کے عین مطابق تھا۔اسی لئے اسے ''متقدمین کا سلسلہ'' کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کا فیض شروع سے ہی جاری فرما دیا تھا۔اس سلسلہ نقشبندیہ کو ''متاخرین کا سلسلہ'' کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آج کے زمانے میں اپنے بندوں کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے یہ ایک آسان راستہ بتا دیا ہے کہ دل پر محنت

کرو اور ذکر و مراقبہ کرو تا کہ دل میں اللہ رب العزت کی محبّت آجائے۔ یہ ان دونوں سلسلوں میں بنیادی فرق ہے۔

انبیائے کرام کی محنت کا میدان:

انبیائے کرام علیہم السّلام نے بھی انسان کے قلب کو محنت کا میدان بنایا۔ انہوں نے عقل پر محنت نہیں کی بلکہ انہوں نے دل بدلے کیونکہ دل کے بدلنے سے اعضاء و جوارح سے سرزد ہونے والے اعمال بدل جاتے ہیں اور دل کے بگڑنے سے سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی جس نے اسے سنوار لیا وہ سنور گیا

اسی حقیقت کو کھولتے ہوئے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِی الْجَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَةٌ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدَ کُلَّہٗ اَلَاوَھِیَ الْقَلْبُ بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ بگڑتا ہے تو پورے جسم کے اعمال بگڑ جاتے ہیں اور جب وہ سنورتا ہے تو پورے جسم کے اعمال سنور جاتے ہیں، جان لو کہ وہ انسان کا دل ہے۔

اسی حدیث مبارک سے پتہ چلا کہ دل انسان کے جسم کے تمام اعضاء کا حاکم ہے۔ حتّٰی کہ عقل بھی انسان کے دل کے تابع ہوتی ہے۔ قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِھَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا ۚ فَاِنَّھَا لَاتَعْمَی الْاَ بْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ○ (الحج:46) اے کاش! ان کے دل ہوتے جو انہیں عقل سکھاتے، ان کے کان ہوتے جن سے وہ ہدایت کی بات سنتے، آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، یہ تو سینوں کے اندر دل

اندھے ہو جاتے ہیں۔

تین برتن اور تین نعمتیں:

زندگی گزارنے کے لئے انسان کو نفع دینے والی چیزیں حاصل کرنی پڑتی ہیں اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچنا پڑتا ہے۔نفع دینے والی چیزوں کو حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک قوت دی ہے جس کا نام ''شہوت'' ہے۔شہوت اشتہا کو کہتے ہیں۔یعنی کسی چیز کی طلب ہونا اور اس کو حاصل کرنے کی دل میں تڑپ ہونا۔یہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو نمونے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تا کہ ان نعمتوں کی ایک جھلک انسان دنیا میں بھی محسوس کر لیں۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے نقصان سے بچنے کیلئے بھی انسان کو ایک قوت عطا فرمائی جسے ''غضب'' کہتے ہیں۔اس کا مطلب ہے ''غصہ'' ......نقصان دہ چیزوں سے بچنے کیلئے انسان کا غصہ کام آتا ہے۔اگر انسان میں غصہ ہوتا ہی نہ تو اس میں شرم حیا بھی نہ رہتی۔انسان غصہ کی وجہ سے کئی نقصان دہ چیزوں سے بچ جاتا ہے۔مثال کے طور پر کسی لڑکے کو اپنی گلی میں کھڑے دیکھا،اس کی نظریں میلی معلوم ہوئیں جس سے پتہ چلا کہ اس کا یہاں کھڑا ہونا مناسب نہیں تو اس پر غصہ تو آئے گا۔لہٰذا اس لڑکے کو پاس بلا کر اگر کوئی سمجھائے کہ بچہ! آج کے بعد تم مجھے اس گلی میں نظر نہ آنا تو اس غیرت ایمانی کی وجہ سے بندے کی عزت بچ جائے گی۔

شہوت اور غضب کے درمیان اعتدال رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے عقل کو حکمت عطا کی۔لہٰذا انسان اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے ان دونوں چیزوں کو کنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔

تین برتن تھے اور تین ہی نعمتیں عطا ہوئیں۔

- شہوت کا تعلّق ......نفس کے ساتھ

- غضب کا تعلّق......قلب کے ساتھ
- حکمت کا تعلّق......دماغ کے ساتھ

یہ تینوں چیزیں انسان کے کام آتی ہیں۔

شہوت اور غضب کو کنٹرول کرنے میں مشائخ کا کردار:

یاد رکھیں کہ کئی چیزیں اگر حدود میں رہیں تو فائدہ مند ہوتی ہیں اور اگر حدود سے زیادہ ہو جائیں تو نقصان دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر پانی کو لیجیئے۔ پانی اگر کہیں ملے ہی نہ تو وہ بھی نقصان دہ ہے اور اگر اتنا ہو کہ بند توڑ کر شہروں میں آجائے تو وہ بھی نقصان دہ ہے...... بالکل اسی طرح اگر شہوت انسان کے اندر بالکل ہی نہ ہو تو وہ بھی نقصان دہ ہے، ایسے نامرد انسان سے اولاد کا سلسلہ آگے کیسے چلے گا۔ اس لئے شہوت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور اگر یہ اتنی بڑھ جائے کہ اس کو حلال وحرام کی تمیز ہی نہ رہے تو یہ بھی نقصان دہ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس نعمت کو ایک حد کے اندر ہونا چاہیئے پھر یہ انسان کے لئے فائدہ مند ہوگی۔

یہی معاملہ غضب (غصہ) کا ہے۔ اگر کسی بندے کے اندر غصہ بالکل ہو ہی نہ تو وہ بڑا دیوث اور بے غیرت بن جاتا ہے۔ اس کے سامنے اس کی عزت خراب کی جائے یا اس کے سامنے دین کا مذاق اڑایا جائے تو اسے کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ گویا اس کے اندر سے حمیت جاتی رہتی ہے۔ بے غیرت انسان کے لئے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بے غیرت انسان جنت میں نہیں جائے گا '' آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ اَنَا اَغْیَرُ وَلَدَ اٰدَمَ وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّی میں بنی آدم میں سب سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہیں۔

اگر کسی انسان کے اندر غصہ نہ ہو تو اس میں غیرت بھی نہیں رہے گی۔ جدید تہذیب نے جو بے غیرتی

کا بازار گرم کر رکھا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔نئی تہذیب کے میاں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے دوست کو بیوی دکھاتا ہے،اسے اپنی بیوی کا تعارف کراتا ہے،ان کے پاس بیٹھ کر گفت وشنید کرتا ہے بلکہ اب تو مصافحہ بھی ہونے لگا ہے۔نہ اسے غصہ آتا ہے اور نہ غیرت آتی ہے۔

اور اگر یہ ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ بھڑکنا شروع کر دے گا،اس لئے اس کا ایک حد سے زیادہ بڑھ جانا بھی نقصان دہ ہے...... آپ نے بخار میں ایک گولی تین مرتبہ کھانی ہوتی ہے،صبح،دوپہر،شام،تو وہ فائدہ دیتی ہیں۔اگر آپ صبح بھی تین کھائیں اور شام کو بھی تین کھائیں تو وہی گولی جس نے صحت کا سبب بننا تھا،الٹا بیماری کے بڑھنے کا سبب بن جائے گی۔اسی طرح غصہ بھی فائدے کی چیز ہے لیکن جب اپنی مقدار یعنی حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر یہ نقصان دہ بن جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہوت اور غضب دونوں کو اعتدال میں کیسے لایا جا سکتا ہے؟...... اس کا جواب یہ ہے کہ اس کام کے لئے کسی ڈاکٹر (معالج) کی ضرورت پڑتی ہے۔جسے ''شیخ'' کہتے ہیں۔مشائخ جو محنت کرواتے ہیں اس سے انسان کی شہوت اور اس کا غضب کنٹرول میں آجاتا ہے۔ذکر ومراقبہ کا مقصد ہی یہی ہے۔جب تک کسی شیخ سے تعلّق نہ ہو انسان کی ان دونوں چیزوں میں اعتدال نہیں آسکتا۔اس لئے کسی نہ کسی شیخ سے اصلاحی وتربیتی تعلّق استوار کرنا ضروری ہے۔

جب شہوت کنٹرول میں نہ ہو تو آنکھ قابو میں نہیں ہوتی۔انسان اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کہ کیا اس کی آنکھ قابو میں ہے۔اگر دل سے آواز آئے کہ قابو میں نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شہوت اپنی حد سے بڑھی ہوئی ہے......اسی طرح اگر غیر محرم کو دیکھ کر طبیعت للچاتی ہے تو یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ شہوت حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اس کا علاج کروانا ضروری ہے۔ایسے شخص کو شیخ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اسے گائیڈ کرے،کچھ پڑھنے کو بتائے،اسے زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے اور اس کے لئے

نظام الاوقات مرتب کرے تاکہ اس کی شہوت اس کے قابو میں آجائے۔ جس کی شہوت اس کے قابو میں آجائے وہ انتہائی پاکدامن انسان ہوتا ہے اور پاکدامن انسان اللہ رب العزت کا پسندیدہ انسان ہوتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی باطنی اصلاح کا واقعہ:

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں ایک نوجوان آیا۔ اس نے بلاواسطہ آکر عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے...... اس کے جواب کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ غصے میں آجاتے اور فرماتے کہ تم حرام کو حلال کروانے آگئے، تمہیں شرم نہیں آتی......لیکن نہیں، بلکہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہاری والدہ سے یہ حرکت کرے۔ کہنے لگا، نہیں۔ پوچھا، بیوی سے کرے؟ کہنے لگا، نہیں۔ بہن سے کرے؟ کہنے لگا، نہیں۔ بیٹی سے کرے؟ کہنے لگا، نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جس سے زنا کرو گے وہ یا تو کسی کی ماں ہوگی، یا کسی کی بیوی ہوگی، یا کسی کی بہن ہوگی یا کسی کی بیٹی ہوگی، اگر تم اس کو پسند نہیں کرتے تو دوسرے لوگ بھی تو اسے پسند نہیں کرتے...... جب اتنا سمجھایا تو اس کے ذہن میں بات آگئی......لیکن فقط سمجھانے سے بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ دل کے اندر جذبات کا طوفان ہوتا ہے، عقل سمجھ بھی لے تو کیا فائدہ جب تک کہ جذبات قابو میں نہ آئیں۔ اس کیلئے اللہ کے نبی ﷺ نے پھر نسخہ آزمایا۔

نسخہ یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اس نوجوان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا،

''اے اللہ! اس نوجوان کے دل کو پاک فرما دیجئے''

وہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے سینے پر ہاتھ رکھنے سے اور اس دعا کی برکت سے میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد مجھے جتنی نفرت زنا سے تھی اتنی نفرت مجھے دنیا میں کسی گناہ سے نہیں تھی...... یہ کیا تھا

؟...... یہ فیض تھا جو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے اس صحابی رضی اللہ عنہ کے سینے میں منتقل ہوا...... اللہ والے جو سینے سے لگاتے ہیں یہ بھی فیض کے ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہونے کا ذریعہ ہے۔

انتقال فیض:

حضرت جبرائیل علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس وحی لے کر آئے اور کہا، اِقْرَاْ (اے اللہ کے نبی! پڑھیے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)۔ بخاری شریف میں ہے کہ نبی علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو جبرائیل علیہ السّلام نے مجھے پکڑ کر سینے سے لگا لیا اور خوب دبایا حتیٰ کہ مجھے تنگی محسوس ہونے لگی، پھر اس کے بعد چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا، اِقْرَاْ (پڑھیے) میں نے پھر کہا، مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)، جبرائیل علیہ السّلام نے مجھے دوبارہ سینے سے لگایا اور پھر دبایا۔ پھر جب تیسری مرتبہ سینے سے لگا کر چھوڑا اور پڑھنے کو کہا تو میں نے یہ پڑھنا شروع کر دیا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○ (العلق:5-1)

غور کریں کہ اس وقت جبرائیل علیہ السّلام ایسا کیوں کر رہے تھے؟......کوئی کھیل تماشا تھا؟......نہیں بلکہ اس میں حکمت تھی۔ یہ فیض تھا جو منتقل ہو رہا تھا۔ اسی کو تو توجہ کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السّلام تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں جبرائیل امین ایک صحابی حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے اور نبی علیہ السّلام کے سامنے اس طرح بیٹھ گئے کہ رُكْبَةً اِلٰی رُكْبَتَیْهِ انہوں نے اپنے گھٹنے نبی علیہ السّلام کے گھٹنوں کے ساتھ لگا دیئے۔

اس کے بعد سوال پوچھے......سوال پوچھنے کے لئے تو شاگرد کو پیچھے ادب سے بیٹھنا چاہیئے، مگر اس کی کیا وجہ تھی کہ جبرائیل علیہ السّلام اتنا قریب آ کر بیٹھ گئے کہ گھٹنوں سے گھٹنے مل گئے......اس کا ایک ہی جواب ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی طرف سے جو برکات اور تجلّیات لے کر آئے تھے وہ نبی علیہ السّلام تک پہنچنی تھیں اور اس کی اس وقت یہی صورت تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ فیض کا انتقال تھا۔

نفس کے دھوبی پٹڑے سے بچیئے:

بات یہ چل رہی تھی کہ شہوت اور غضب کو کنٹرول کرنے کے لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ البتہ اگر آپ یہ کہیں کہ میں اپنی شہوت اور غضب کو خود کنٹرول کر لوں گا تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر آپ خود کنٹرول کر سکتے ہیں تو پھر واقعی آپ کو شیخ کی ضرورت نہیں ہے، کون کہتا ہے کہ پیر و مرشد سے اصلاحی تعلّق قائم کرنا فرض ہے، اللہ کرے کہ فرشتوں والی یہ صفت آپ کو بغیر استاد کے حاصل ہو جائے۔ لیکن یاد رکھنا کہ نفس آپ کو ایسا دھوبی پٹڑا لگائے گا کہ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں اپنا علاج کر رہا ہوں اور حقیقت اس وقت کھلے گی جب معاملہ کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہوگا۔ یہ نفس انسان کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھتا ہے کہ اس کو کچھ ہوش ہی نہیں رہتا۔

مشائخ کا اصول:

مشائخ کا یہ اصول نہیں ہوتا کہ ہر آنے والے کو ایک ہی دوائی دے دی جائے۔ بلکہ ہر آنے والے کی طبیعت کو دیکھ کر اس کے مطابق دوائی تجویز کرتے ہیں۔ اس لئے شیخ کی ضرورت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی فراست ایمانی:

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے پاس دو بندے لائے گئے۔ ان دونوں نے ایک جیسا ہی گناہ کیا تھا۔ اورنگ

زیب عالمگیرؒ نے ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا کہ اس کو دس جوتے لگاؤ۔ چنانچہ اس کو جوتے لگائے گئے۔ پھر دوسرے کو بلا کر اس کی طرف غصے کی نظر سے دیکھا اور فرمایا، آپ نے بھی یہ کیا......اس کے بعد فرمایا کہ چلے جاؤ یہاں سے۔ وہ چلا گیا۔

بعد میں لوگوں نے اورنگ زیب عالمگیرؒ سے کہا کہ آپ کا عدل تو بڑا مشہور ہے۔ ان دونوں کا ایک جیسا جرم تھا مگر آپ نے ایک کو تو جوتے لگوائے اور دوسرے کو فقط تنبیہ کر کے بھیج دیا، آپ کا یہ عمل ایسا ہے کہ جس میں ظاہراً انصاف نظر نہیں آتا۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا، ایسا کرو کہ تم ان دونوں کے گھر جاؤ اور دیکھو کہ ان دونوں کا کیا حال ہے۔ جو دس جوتے کھا کے گیا تھا جب اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ گھر میں بیٹھا قہقہے لگا رہا تھا۔ اسے بالکل پرواہی نہیں تھی۔ اور جس کو فقط غصے کی نظر دیکھا تھا، اس کی طبیعت حساس تھی، وہ بخار کے ساتھ بستر پر پڑا ہوا تھا۔

مشائخ بھی بندے کی طبیعت کو دیکھ کر علاج کرتے ہیں۔ کسی کو غصے سے دیکھ لینا کافی ہوتا ہے اور کسی کو اچھی طرح ڈانٹ پلانی پڑتی ہے۔

''غضب'' کا عنوان:

شہوت کے بارے میں تو آپ کئی دنوں سے سنتے آرہے ہیں کہ نفس اور شیطان شہوت کو بھڑکاتے ہیں اور انسان سے برے کام کرواتے ہیں۔ آج کا عنوان ''غضب'' ہے۔ ویسے بھی یہ غضب کا عنوان ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ جی دماغ بہت گرم رہتا ہے۔ لہٰذا دماغ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آج سپیشل دوائی دی جائے گی۔ دوائی بھی وہی اچھی ہوتی ہے جو بیماری کے مطابق ہو۔ یہ تو مناسب نہیں ہے نا کہ آدمی کو تو نزلہ زکام ہو اور ڈاکٹر اسے قولنج کی دوائی دے رہا ہو۔

یہ ایک خطرناک باطنی بیماری ہے جو آج کل عام ہو چکی ہے اس کے بارے میں اکثر دوست خط کے

ذریعے بھی پوچھتے ہیں، ٹیلیفون کے ذریعے بھی پوچھتے ہیں، حتیٰ کہ بالمشافہ گفتگو کے دوران بھی کہتے ہیں ،حضرت! مجھے غصہ جلدی آتا ہے اور میں اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ کیا بچہ، کیا بڑا، کیا مرد، کیا عورت، سب کی یہی حالت ہے۔

غصہ نکالنے کا وبال اور پی جانے کا فائدہ:

حدیث پاک میں آیا ہے،

''غصہ ایمان کو ایسے خراب کرتا ہے جیسے شہد کو سرکہ خراب کر دیتا ہے۔''

اس لئے جو انسان اپنے غصے کو پی لیتا ہے وہ اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقبول بندہ ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا گیا،

''طاقت کے باوجود غصے کو پی جانے والا انسان قیامت کے دن اللہ رب العزت کی رضا کو حاصل کرنے والا ہوگا''۔

یعنی اس کے اندر بدلہ لینے کی طاقت بھی ہے اور غصہ نکال بھی سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود غصہ نہیں نکالتا اور برداشت کر جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس بندے کو قیامت کے دن اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ عطا فرما دیں گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص انتقام کی قدرت کے باوجود اپنے غصے کو دبا لے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو امن و ایمان سے بھر دیتے ہیں۔''

غصہ کے وقت نبی اکرم ﷺ کی کیفیت:

غصہ انبیائے کرام علیہم السّلام میں بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے خود اپنے بارے میں

ارشاد فرمایا،

اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ مجھے بھی ایسے ہی غصہ آتا ہے جیسے بشر کو آتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا غصہ اللہ کے لئے ہوتا تھا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ تورات کے کاغذ مل گئے۔ انہوں نے لا کر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سامنے پڑھنے شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”عمر! تمہیں تیری ماں روئے، کیوں نہیں دیکھتا نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چہرے کی طرف“۔ جب انہوں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چہرہ انور کی طرف دیکھا تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا چہرہ انور غصے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا...... اللہ کے محبوب ﷺ کو جب کسی بات پر غصہ آتا تھا تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا...... جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ کے نبی ﷺ اتنے غصے میں ہیں تو پھر اسی وقت انہوں نے آپ ﷺ سے معافی مانگی۔ پھر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا،

”اگر آج خود موسیٰ علیہ السّلام بھی ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کی بھی نجات نہ ہوتی“۔

اولیاء اللہ کا غصہ:

غصہ اولیاء اللہ کو بھی آتا ہے۔ اسی لئے تو وہ اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں۔ ورنہ تو ان کی بیٹیاں بھی بے پردہ باہر پھریں، بلکہ وہ ساتھ ہی لے کر جائیں اور ان کو بالکل پرواہی نہ ہو، جیسے آجکل کے برے ماحول میں غافل قسم کے مسلمان خود کرتے ہیں۔ بعض جگہوں پر بیویاں تو پردہ کرنا چاہتی ہیں مگر خاوند کرنے نہیں دیتے۔

”پچھلے دنوں ایک عالمہ لڑکی کو اس لئے طلاق ہوئی کہ اس کا خاوند کہتا تھا کہ تو نے بے پردہ ہو کر میرے

ساتھ چلنا ہے"۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التحریم:9) جہاد کیجئے کفار اور منافقین سے اور ان پر سختی کیجئے۔

قرآن مجید کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ جہاں ایمانی معاملہ آئے وہاں انسان کے پاس غضب کا ہونا ایک رحمت ہے۔ اولیاء اللہ اسی وجہ سے غیر شرعی امور پر غصہ کا اظہار فرماتے ہیں۔

دوزخ میں جانے کا سبب:

ایک حدیث پاک میں آیا ہے:

"اکثر لوگوں کے دوزخ میں جانے کا سبب ان کا غصہ ہوگا"۔

اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً

غصہ کی وجہ سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے۔ یعنی غصے میں کوئی ایسی بات کر دی کہ دوسرے کا دل دکھ گیا۔ اور کسی کے دل کو دکھ پہنچانے سے بڑا کوئی اور گناہ نہیں ہے۔

کئی مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ غصے میں طلاق دے دیتے ہیں اور جب تھوڑی دیر کے بعد دماغ ٹھنڈا ہوتا ہے تو بیوی کو کہہ دیتے ہیں کہ کسی کو نہ بتانا، اس کے بعد میاں اور بیوی دونوں بغیر نکاح کے اسی طرح باقی زندگی گزار دیتے ہیں اور اولاد بھی ہو رہی ہوتی ہے...... یہ قرب قیامت کی علامت میں سے ہے......

حدیث پاک میں ہے کہ قرب قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے گا اور پھر وہ بغیر نکاح کے اسی کے ساتھ اپنی بقیہ زندگی گزارے گا...... گویا غصہ ایسا گناہ کرواتا ہے کہ پھر وہ

ساری زندگی گناہ میں ملوث رہتا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر غصہ کا کنٹرول میں ہونا انتہائی ضروری ہے۔

کمزوری کی نشانی:

علماء نے لکھا ہے کہ غصہ کا جلدی آنا کمزور ہونے کی نشانی ہے۔مثال کے طور پر

......صحت مند بندے کی نسبت بیمار کو جلدی غصہ آتا ہے۔

......جوان کی نسبت بوڑھے میں غصہ جلدی آتا ہے۔اور اسی طرح

......مرد کی نسبت عورت میں غصہ جلدی آجاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ پہلوان کون ہے، عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ ! جو دوسروں کو گرا دے، وہ پہلوان ہے۔فرمایا نہیں۔صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے۔نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''پہلوان وہ ہے جو اپنے غصہ پر قابو پالے۔''

یاد رکھئے کہ غصہ پر قابو پا لینا مردانگی اور ہمت کی بات ہوتی ہے۔آج یہ ہمت ختم ہوگئی ہے۔چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتیں غصے پر قابو نہ ہونے کی وجہ سے بات کا بتنگڑ بن جاتی ہیں۔گھروں میں لڑائی جھگڑے کا بنیادی سبب غصہ بنتا ہے۔ایک صاحب آکر کہنے لگے، حضرت! میں غصے میں بیوی کو طلاق دے بیٹھا ہوں۔میں نے کہا، بتاؤ کسی نے خوش ہو کر بھی اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، کبھی کسی نے کہا ہے کہ میں آپ کی خدمت سے بہت خوش ہوں اور انعام کے طور پر آپ کو طلاق پیش کرتا ہوں۔

اچھا انسان کون ہے؟

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اچھا انسان وہ ہے جس کو غصہ دیر سے آئے لیکن وہ جلدی راضی ہو جائے اور برا انسان وہ ہے جسے غصہ جلدی آئے اور بڑی دیر کے ساتھ جائے۔آج ہماری اس بیماری کی کیٹیگری

یہی ہے کہ ہمیں غصہ آتا تو جلدی ہے لیکن جاتا دیر سے ہے۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ اگر کسی وجہ سے غصہ آئے بھی تو اگر دوسرا فریق معافی مانگ لے تو دل سے فوراً ناراضگی دور کر دینی چاہیے۔

حضرت مرشدِ عالم اور خوفِ خدا:

جس سال ہمارے مرشدِ عالم کی وفات ہوئی، یہ اسی سال کا واقعہ ہے۔حضرت مرشدِ عالمؒ فرماتے ہیں کہ میں وضو کر رہا تھا اور میری اہلیہ صاحبہ گرم پانی سے مجھے وضو کرا رہی تھیں۔وضو کرواتے وقت وہ کوئی چیز رکھنے لگیں تو ان کی توجہ دوسری طرف ہوگئی۔میں نے انہیں غصے سے ڈانٹ پلائی کہ پہلے مجھے تو وضو کرا لو۔جب میں نے غصے سے کہا تو وہ خاموش رہیں اور برداشت کر گئیں اور میں نے وضو کر لیا۔وضو کرنے کے بعد مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے جا رہا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ حالت تو یہ ہے کہ معمولی سی بات کر کے بیوی کا دل توڑا ہے اور اب رب کے سامنے جا کر سجدے کرو گے تو سجدے کہاں قبول ہوں گے؟ فرمانے لگے کہ یہ خیال آتے ہی میں واپس لوٹا، واپس آ کر اپنی اہلیہ سے معافی مانگی۔انہوں نے بشاشتِ قلب سے کہا کہ میں نے اسی وقت ذہن سے بات نکال دی تھی یعنی میں نے معاف کر دیا تھا۔فرمانے لگے کہ معافی مانگنے کے بعد تب میں مسجد میں آیا اور میں نے نماز ادا کی اس امید کے ساتھ کہ میرے مولا اب میری عبادت قبول فرما لیں گے۔

جذبۂ انتقام:

غصے کی وجہ سے انسان کے اندر ''انتقام'' کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔جبکہ شریعت ہمیں یہ کہتی ہے کہ ہم دوسروں سے انتقام لینے کی بجائے ان کو معاف کر دیا کریں، یہ اللہ رب العزت کو زیادہ محبوب ہے۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔یعنی جتنی زیادتی اس نے کی ہے ہم اس سے کئی گناہ بڑھ کر زیادتی کریں گے۔اسی کو انتقام کہتے ہیں۔یہی جذبۂ انتقام

انسان کو برباد کر دیتا ہے۔

نبی کریم کا عفو و درگزر:

☆ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔حتیٰ کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اللّٰہ کے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فاتح بن کر مکہ مکرمہ جا رہے تھے اس وقت آپ اپنی سواری کے بالوں کو پکڑ کر یہ فرما رہے تھے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ سب تعریفیں اس ایک اللّٰہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام دشمنوں کی جماعتوں کو شکست عطا فرما دی۔

اس وقت نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اندر فخر نہیں تھا بلکہ سر جھکا جا رہا تھا، سواری کی گردن کے بالوں کے ساتھ پیشانی لگ رہی تھی اور اللّٰہ کے نبی ﷺ اللّٰہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہے تھے۔جب صحابہ کرامؓ بھی مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو ایک صحابی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے،

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمُلْحِمَۃِ اَلْیَوْمَ نَسْتَحِلُّ الْکَعْبَۃَ آج کا دن تو جنگ کا دن ہے، آج ہم کعبہ کے اندر قتال کو حلال کریں گے۔

کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے صرف فتح کے دن کے لئے مکہ مکرمہ میں قتال حلال کر دیا تھا اور بعد میں قیامت تک کیلئے حرمت قائم کر دی گئی...... جب ان صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو ابوسفیان، جو کہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے، نے اعتراض کیا کہ آپ کے فوجی کیا کہہ رہے ہیں۔

اس اعتراض پر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا اور فرمایا، اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔

چنانچہ جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حرم شریف میں داخل ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدھا بیت اللہ شریف کی طرف گئے اور وہاں جا کر طواف اور نماز وغیرہ میں مشغول ہوگئے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کی ہر جوان عورت کو یقین تھا کہ آج میری عزت برباد ہو جائے گی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں کو اتنی تکلیفیں دی ہوئی ہیں کہ آج جب یہ فاتح بن کر آئے ہیں تو یہ ایک ایک سے اپنا بدلہ لیں گے۔ لیکن جب عشاء کے بعد کا وقت ہو گیا اور کوئی ان کے گھروں کے دروازوں تک بھی نہ آیا تو عورتیں بڑی حیران ہوئیں۔ انہوں نے اپنے مردوں سے پوچھا کہ دیکھو تو سہی کہ مسلمان کہاں ہیں؟ پتہ تو کرو، ہوسکتا ہے کہ وہ آپس میں کوئی ترکیب کر رہے ہوں یا کسی وقت کے انتظار میں ہوں۔ لہٰذا مردوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم جا کر پتہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مردوں نے ہمت کی اور وہ اپنے گھروں سے باہر نکلے۔ جب وہ حرم شریف کے قریب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ سارے کے سارے مسلمان عبادت میں مصروف ہیں۔ کوئی اللہ کے گھر کا طواف کر رہا ہے، کوئی مقام ابراہیم پہ سجدے کر رہا ہے، کوئی بیت اللہ شریف سے لپٹ کر دعائیں مانگ رہا ہے اور کسی نے غلاف کعبہ کو پکڑا ہوا ہے۔

وہ یہ منظر دیکھ کر حیران ہوگئے کہ یہ لوگ فاتح بن کر داخل ہوئے ہیں اور بجائے انتقام لینے کے اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول ہیں...... دیکھئے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ان سے انتقام نہیں لیا، حالانکہ وہ جانی دشمن تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اتنی تکالیف پہنچائی تھیں کہ خود نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا،

”مجھے دین کی خاطر اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ کسی نبی کو اتنی تکلیفیں نہیں پہنچائی گئیں“۔

اگلے دن آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرما دیا اور فرمایا کہ جو بھی آ کر کلمہ پڑھ لے گا اس کو معافی ہے۔ یہاں تک کہ چند گھروں کا نام لے کر فرمایا کہ جو ان گھروں میں چلا جائے گا ان کیلئے بھی معافی

ہے۔سبحان اللہ

☆ ایک اور مزے کی بات سنئے۔ جب انسان کسی پر کنٹرول پاتا ہے تو وہ عام طور پر دو کام کرتا ہے۔ وہ پہلا کام تو یہ کرتا ہے کہ وہ مخالفین کو کچل کے رکھ دیتا ہے، اور دوسرا کام یہ کرتا ہے کہ وہ اپنے متعلّقین کو خوب نوازتا ہے۔ آج دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس کو بھی پاور ملتی ہے اس کی پہلی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اپنے مخالفین کو کچل کے رکھ دوں اور دوسری تمنا یہ ہوتی ہے کہ میں اپنے متعلّقین کو جتنا نواز سکتا ہوں نواز دوں۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان دونوں چاہتوں کو پورا نہیں کیا۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے فاتح بنے تو آپ انتقام لے سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا۔ نہ ہی مخالفین کو کچلنے کی پالیسی پر عمل کیا ہے اور نہ ہی اپنوں کو نوازا۔

☆ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب آپ ﷺ ہجرت کے وقت مدینہ منورہ جانے لگے تو بیت اللہ شریف کی چابی بردار عثمان بن طلحہ کو فرمایا تھا کہ اس بیت اللہ کو کھول دو، میرا دل چاہتا ہے کہ میں اندر جا کر تھوڑی دیر اللہ کی عبادت کروں مگر اس نے جواب دیا کہ میں نہیں کھولتا۔ آپ ﷺ نے اس وقت بڑی حسرت سے فرمایا، ''اچھا، کیا تو واقعی نہیں کھولتا؟ اس دن کیا ہوگا جب میں جس جگہ کھڑا ہوں یہاں تو کھڑا ہوگا اور جہاں تم کھڑے ہو وہاں چابی لے کر میں کھڑا ہوں گا۔''

اس نے آگے سے الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کر دیں کہ تمہارے ہاتھ میں چابی کیسے آسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو بنوشیبہ کا وہی بندہ چابی بردار تھا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسے بلایا۔ جب وہ آیا تو محبوب ﷺ نے فرمایا، چابی مجھے دو۔ اس نے چابی دے دی۔ جب آپ ﷺ نے وہ چابی لے لی تو آپ ﷺ نے اسے یاد دلاتے ہوئے فرمایا،

"تم اس وقت کو یاد کرو جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ جہاں میں کھڑا ہوں وہاں تم کھڑے ہو گے اور جہاں اس وقت تم کھڑے ہو وہاں چابی لے کر میں کھڑا ہونگا، کیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا، جی اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے چابی لیکر بیت اللہ شریف کا تالا کھولا۔ آپ ﷺ بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور تالا لگایا تو اس وقت قریش کے مختلف قبائل کے لوگ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قریب ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک کی تمنا تھی کہ ہمیں چابی بردار بنا دیا جائے۔ چنانچہ سب کی نظریں محبوب ﷺ پر جمی ہوئی تھیں کہ اللہ کے نبی ﷺ ہمیں چابی دے دیں۔ مگر اللہ کے محبوب ﷺ نے تالا لگایا اور آپ ﷺ نے جس کافر سے چابی لی تھی آپ ﷺ نے وہ چابی اسی کافر کے حوالے فرما دی اور فرمایا،

"تم اس چابی کو اپنے پاس رکھو، یہ چابی قیامت تک تمہارے خاندان کے اندر چلتی رہے گی"۔ اللہ اکبر

جب آپ ﷺ نے اس پر یہ احسان فرمایا تو اس کافر کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے اور کہنے لگا،

"اے اللہ کے محبوب ﷺ! کلمہ پڑھا کر مجھے مسلمان بنا دیجئے"۔

معاف کر دینے میں عزت ہے:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان فرمائی۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (ال عمرٰن:134)

(مؤمن لوگ) غصہ کو پی جانے والے ہوتے ہیں، لوگوں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں اور اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبّت فرماتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ

''معاف کر دینے سے انسان کی عزت بڑھتی ہے''

اس سے پتہ چلا کہ انتقام لینے سے عزت ہرگز نہیں بڑھتی۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن منادی اعلان کرے گا کہ جس انسان کا اللہ کے ذمے حق ہے اسے چاہیئے کہ وہ کھڑا ہو اور بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

''جو لوگ دنیا میں اللہ کے لئے لوگوں کو معاف کرنے والے ہوں گے ان کا اللہ پہ حق ہو گا، یہی لوگ کھڑے ہوں گے اور بغیر حساب کتاب جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے''۔

اس لئے جو آدمی غلطی کرنے کے بعد آ کر کہے کہ بھئی! مجھے اللہ کے لئے معاف کر دو تو معاف کر دیا کریں کیونکہ اس معاف کر دینے کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو کسی انسان کی لغزش سے دنیا میں درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشوں سے درگزر فرمائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو انسان دنیا میں دوسروں کی خطاؤں کو جتنا جلدی معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنا ہی جلدی اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اس لئے اگر کوئی شخص معافی کا کوئی عذر پیش کر دے تو اس کا وہ عذر جلدی قبول کر لینا چاہیے۔

سب سے زیادہ بدترین شخص:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں برے لوگوں سے آگاہ نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ انسان بہت برا ہے جو اکیلا کھائے، اپنے غلام کو کوڑے مارے اور بخشش و رحمت کو روک دے۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدترین انسان بتا دوں۔ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! بتا دیجئے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ اس سے بھی برا انسان وہ ہے جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔

اس کے بعد پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدترین انسان کا پتہ بتا دوں؟ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ضرور بتا دیجئے۔ فرمایا،

وہ انسان جس سے نیکی کی امید نہ ہو اور اس کے سر سے انسان کو امن نہ ہو۔

پھر خاموش رہنے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدترین انسان بتا دوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! بتا دیجئے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا،

”جو بندہ کسی کی لغزش کو معاف نہ کرے اور کسی کی معذرت کو قبول نہ کرے وہ سب سے زیادہ بدترین انسان ہوتا ہے“

ذرا ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا ہم کسی کی معذرت قبول کرتے ہیں؟ بیوی سے غلطی ہو جائے اور وہ جتنی مرضی معافیاں مانگے، ہم کہتے ہیں کہ ہم تو سزا دے کے رہیں گے۔ اگر کسی آدمی سے غلطی ہو جائے تو ہم معاف نہیں کرتے بلکہ اسے دکھاتے ہیں کہ کیسے رگڑنا ہوتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عفو و درگزر:

ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ میرے ایک کان میں گالی نکالے اور دوسرے کان میں معافی مانگ لے تو میں اسی وقت اس کے گناہ کو معاف کردوں گا۔ ان کا

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (ال عمرٰن: 134) پر ایسا عمل تھا۔

امام زین العابدینؒ کا عفوو درگزر:

☆......ایک مرتبہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا جوان کی غیبت کر رہا تھا آپ نے اسے فرمایا،

''اے دوست! اگر تو سچا ہے تو خدا مجھے بخش دے اور اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے بخش دے''۔

سبحان اللہ، کتنا آسان جواب ہے۔ بات ہی سمیٹ دی۔

☆......ایک اور شخص نے ایک مرتبہ آپ کی غیبت کی تو آپ نے اسے فرمایا، ''اے دوست! جتنا تجھے میرے عیبوں کا پتہ ہے اس سے بہت زیادہ عیب ایسے ہیں جن کا ابھی تجھے پتہ ہی نہیں ہے''۔ اس کے بعد آپ نے اس بندے کو ایک ہزار دینار ہدیہ کے طور پر پیش کئے۔ جب اس بندے نے آپ کا یہ حسن سلوک دیکھا تو اسے شرم آئی۔ چنانچہ اس نے معافی مانگی اور کہنے لگا،

''میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نواسہء رسول کے بیٹے ہیں''۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حاسدین:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسد بہت زیادہ تھے۔ جب انسان میں کمال آتا ہے تو حاسد بھی بن جاتے ہیں۔ اب بھی ایسے لوگ ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نہ کسی انداز سے نشانہ بناتے ہیں۔ دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں، انجان یا حاسد۔ انجان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے بندے کی خوبیوں سے نابلد ہوتا ہے۔ انجان تو کسی تعارف کے بعد دوست بن جاتے ہیں، البتہ حسد کرنے والے کا کیا کریں۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، اے خراسانی! یہ ابوحنیفہ

کون ہے جو دین میں نئی نئی باتیں گھڑتا رہتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الرہن“ لا کر دی۔ انہوں نے اس کتاب کو پڑھا تو کہنے لگے، عبداللہ! یہ نعمان کون ہے؟ یہ تو بڑا عالم ہے۔ اگر تم علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی صحبت اختیار کرو۔ ان کو پہلے تعارف نہیں تھا۔ ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، حضرت! یہی وہ ابوحنیفہ ہیں جنہیں آپ بدعتی کہہ رہے تھے۔

امام اعظم کا صبر:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہنی اذیت دینے کے لئے مجمع میں کہنے لگا، آپ کی والدہ بیوہ ہیں، آپ ان کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ اب یہ کتنا غصہ دلانے والی بات تھی کہ بوڑھی والدہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیج رہا ہے...... آپ نے بڑی نرمی سے جواب دیا، میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں، ان سے پوچھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ شخص وہاں سے رخصت ہو کر آگے جا کر گر پڑا، گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا، ابوحنیفہ کے صبر نے ایک آدمی کی جان لے لی۔ سبحان اللہ

حضرتِ اقدس تھانویؒ کی تحمل مزاجی:

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سٹیج پر انہیں ایک چٹ ملی۔ اس پر لکھا تھا،

”اشرف علی! آپ کافر ہیں، ولدالزنا ہیں اور ذرا سنبھل کر بات کرنا“

آپ نے یہ پڑھ کر بڑی محبّت سے جوب دایا،

”بھائی! یہ پرچی آئی ہے۔ سارے مجمع کو پڑھ کر سنا دی اور پھر کہا کہ اگر میں کافر ہوں تو لو اب کلمہ پڑھ لیتا ہوں۔ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اور جو دوسری تہمت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حسن

اتفاق سے اس مجمع میں میرے والد کے نکاح کے گواہ موجود ہیں، ان سے پوچھ لیں۔ اور تیسری بات، ذرا سنبھل کر بات کرنے کی ہے تو نہ میں چندہ مانگنے آیا ہوں اور نہ رشتہ مانگنے آیا ہوں، میں سنبھل کر بات کیوں کروں، میں تو اپنا حق بیان کروں گا۔‘‘

اللہ کے لئے شاگرد کو سزا دینا:

حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک شاگرد کو مار رہے تھے۔ اس نے زور سے کہا، اللہ کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ آپ نے ایک اور ماری اور فرمایا، اللہ کے بندے! میں تجھے اللہ کے لئے ہی تو مار رہا ہوں۔ یہ غصہ حقیقت میں آگ ہوتی ہے تبھی تو چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔

شاگرد کو سزا دینے کی شرعی حیثیت:

بعض اوقات غصہ بہت ہی نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ شاگرد کو سمجھانے کی خاطر شریعت نے اجازت دی ہے کہ استاد اسے تین تھپڑ یا مکے لگا لے، وہ بھی چہرے پر نہیں بلکہ پیٹھ پر۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ استاد صاحب کا غصہ ان کے قابو میں نہیں رہتا۔ مدارس میں ڈنڈے رکھے ہوتے ہیں اور بچے کو انتقامی طور پر قصائی کی طرح مارا جاتا ہے اور یہ پٹائی تربیت کے لئے نہیں ہوتی، وہ ان کو اس لئے مارتے ہیں کہ ان کا اپنا غصہ قابو میں نہیں ہوتا۔ اس بچے کا کیا قصور ہے کہ منزل سناتے وقت غلطی ہو گئی۔ عین اسی وقت وہ منزل اگر استاد سے سنی جائے تو ایک کی بجائے دو غلطیاں نکل آئیں گی۔

جب دیکھیں کہ بچہ جان بوجھ کر وقت ضائع کر رہا ہے یا بدنیتی کر رہا ہے تو اب اصلاحِ احوال کے لئے آپ اسے سزا دے سکتے ہیں۔ شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے۔ اگر ہم حدودِ شریعت سے بڑھ کر سزا دیں گے تو قیامت کے دن جواب دہ ہونا پڑے گا۔

ایک قاری صاحب فرمانے لگے، حضرت! پہلے اچھے بچے تھے کہ جب آنکھ دکھاتے تھے تو وہ مان لیتے تھے

،پھر وہ وقت آ گیا کہ مکا لگاتے تھے تو مان لیتے تھے اور آج ڈنڈوں سے مارتے ہیں اور پھر بھی نہیں مانتے۔ حضرت! کیا کریں کہ ڈنڈوں سے بھی مارتے ہیں پھر بھی نہیں مانتے؟ میں نے کہا، ''قاری صاحب! اب تو صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے کہ جس کی غلطی نکلے اسے گولی مار دیا کرو۔''

حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر استاد کو کسی طالب علم پر غصہ آئے تو استاد کو چاہئے کہ وہ اس وقت غصے کو پی جائے اور بعد میں بناوٹی غصہ بنا کر مارے۔ جب بناوٹی غصہ بنا کر مارے گا تو زیادہ نہیں مارے گا بلکہ تھوڑا مارے گا۔ یاد رکھیں کہ جب انسان کے اندر غصہ آ جاتا ہے تو پھر اس کے اندر انسانیت نہیں بلکہ حیوانیت آ جاتی ہے۔

یورپ کے کسی سکول اور کالج میں کوئی استاد کسی بچے کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ حتیٰ کہ ماں باپ بھی ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہاں بچے پڑھتے کیسے ہیں؟ وہاں استاد سمجھاتے ہیں۔ ایک اصول یاد رکھیں کہ جب استاد نے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا لیا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے کہ میں زبانی طور پر بچے کو نہیں سمجھا سکتا۔ غصے کو پینے کے لئے ایک بہترین اصول یہ ہے کہ بندہ غصے کے وقت یہ سوچے کہ جتنا اختیار مجھے اس بندے پر ہے اللہ رب العزت کو اس سے زیادہ اختیار میرے اوپر ہے۔ اگر میں اس پر بے جا غصہ کروں گا تو اس کے جواب میں اگر اللہ رب العزت نے مجھ پر غصہ کیا تو میرا کیا بنے گا۔

عفو و درگزر کے فضائل:

☆......ایک روایت میں ہے کہ

جو شخص غصہ نکال سکتا ہو مگر وہ اس غصے کو دبا جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلا کر فرمائیں گے کہ تم جنتی حور عین لینا چاہتے ہو اتنی تمہیں دی جاتی ہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆......ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر وحی بھیجی کہ

اے موسیٰ علیہ السّلام! کیا آپ کو ایسا عمل بتاؤں کہ جس کے کرنے سے جن چیزوں پر سورج اور چاند طلوع ہوتے ہیں وہ سب چیزیں آپ کے لئے مغفرت کی دعا کریں؟

انہوں نے عرض کیا،

اے اللہ! وہ کونسا عمل ہے؟ ضرور ارشاد فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

"اگر مخلوق سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرو گے تو پھر سب چیزیں تمہاری مغفرت کے لئے دعا کریں گی"۔

حضرت یوسفؑ کا عفو ودرگزر:

مفسّرین نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ جب بھائیوں سے ملے تو انہوں نے قید سے نکلنے کا تو اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کیا لیکن کنویں سے نکلتے ہوئے شکر ادا نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو کنویں میں ان کے بھائیوں نے ڈالا تھا اور وہ اپنے دل میں بھائیوں کو معاف کر چکے تھے، چونکہ معاف کرنا اس کو کہتے ہیں کہ جب انسان اشارتاً کنایتاً بھی اس کا شکوہ نہ کرے، لہٰذا اگر وہ کنویں سے نکلتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے تو ادھر تو شکر ادا ہو رہا ہوتا لیکن حقیقت میں بھائیوں کا شکوہ ہو رہا ہوتا، اس لئے انہوں نے کنویں سے نکلتے ہوئے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

حوض کوثر سے محرومی:

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس کے پاس آ کر کوئی انسان معذرت کرے، چاہے وہ انسان حق پر ہو یا باطل پر، اور پھر دوسرا بندہ اس کی معذرت کو قبول نہ کرے، اس انسان کو حوض کوثر پر جانا نصیب نہیں ہوگا۔

چاردانگ عالم میں خوش خلقی کا اعلان:

ایک شخص نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سامنے سے آکر سوال کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، خوش خلقی۔ پھر وہ دائیں طرف سے آکر کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، خوش خلقی۔ پھر وہ بائیں طرف سے آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، خوش خلقی۔ پھر وہ صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پیٹھ کی طرف سے آیا اور پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ اس کی طرف پھرے اور فرمایا،

”تمہیں کیا ہوگیا، کیوں نہیں سمجھ رہا، وہ عمل خوش خلقی ہے، اور خوش خلقی اس کو کہتے ہیں کہ دوسروں پر غصہ نہ کیا کر“۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے چاروں سمتوں سے آکر سوال کیا، اور اللہ کے محبوب ﷺ نے چاروں سمتوں سے جواب دیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ کے محبوب ﷺ کا یہ پیغام دنیا کی ہر سمت میں پہنچ جائے کہ سب سے افضل عمل خوش خلقی ہے۔

صدیقہء کائنات کو سرور دوعالم ﷺ کی پیار بھری نصیحت:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب کبھی ازواج مطہّرات کی باتوں کی وجہ سے میرے اندر حمیت آجاتی اور غصہ آجاتا تھا تو کبھی نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میرا کان پکڑ کر اس کو پیار سے آہستہ آہستہ ملتے اور کبھی میری ناک پر انگلی رکھ کر یوں فرماتے،

”اے منی سی عائشہ! تو یہ دعا پڑھ کہ اے محمد ﷺ کے رب! میرے گناہ بخش دیجئے میرے دل کا غصہ دور کر دیجئے اور بہکانے والے فتنوں سے مجھے بچا لیجئے“۔

جنت میں پہنچانے والا عمل:

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے کرنے سے مجھے جنت مل جائے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا،

’’غصہ نہ کیا کر، اللہ رب العزت اس عمل کی وجہ سے تجھے جنت عطا فرما دیں گے‘‘۔

ایک آفیسر کا سبق آموز واقعہ:

ایک آدمی گورنمنٹ کے کسی محکمہ کا آفیسر تھا۔ اس نے اپنی زندگی کی داستان میں اپنا ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ لکھا ہے، میں آپ کو وہ واقعہ سنا دیتا ہوں۔

وہ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے ایک مرتبہ کسی سرکاری دورے پر ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تھا۔ اسے ریل گاڑی کے ذریعے جانا تھا۔ چنانچہ وہ اسٹیشن پر پہنچا اور اس نے ٹکٹ خریدا۔ گاڑی جس لائن پر کھڑی تھی اسے وہاں پہنچنا تھا۔ اس نے سامان اٹھانے کیلئے قلی کو بلایا اور اسے کہا کہ بھئی! میرا سامان فلاں پلیٹ فارم پر پہنچا دو۔ اس نے کہا، جی بہت اچھا۔ اور سامان اٹھا لیا۔ چونکہ وقت بہت کم تھا اس لئے وہ تیزی سے پلیٹ فارم کی طرف چلا۔ پیچھے سے قلی بھی سامان اٹھا کر بھاگا، وہ آدمی تیز تیز چل کر پلیٹ فارم پر بوگی کے دروازے پر جلدی پہنچ گیا لیکن بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے قلی وقت پر نہ پہنچ سکا۔ اس وقت اس کو بہت غصہ آیا۔ یہاں تک کہ گارڈ نے وِسل دے دی اور گاڑی چلنا شروع ہو گئی۔ وہ اس پر چڑھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کا سامان پیچھے تھا۔ بالآخر اسے گاڑی چھوڑنا پڑی۔

جب وہ گاڑی سے رہ گیا تو اسے بہت افسوس ہوا کہ میرا پروگرام مس ہو گیا ہے۔ جب گاڑی چل دی اور مسافروں کو الوداع کہنے والے لوگ بھی چلے گئے تو اس وقت وہ قلی پسینے سے شرابور سامان اٹھائے ہوئے

اس کے پاس آیا۔اس کے چہرے پر بڑی ندامت اور شرمندگی تھی۔ وہ کہنے لگا، صاحب! مجھے معاف کر دیں، میں نے یہاں پہنچنے کی بڑی کوشش کی لیکن راستے میں اتنی بھیڑ تھی کہ راستہ بھی نہیں مل رہا تھا۔اس کے دل میں خیال آیا کہ اب گاڑی تو جا چکی ہے، اب اگر میں اس بیچارے پر غصہ کروں گا بھی تو مجھے کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ اس نے اسے پیار سے کہا، کوئی بات نہیں، اللہ کو ایسا ہی منظور تھا، چلو میں کل چلا جاؤں گا۔ جیسے ہی اس نے یہ کہا، اس قلی کے چہرے پر بشاشت آ گئی اور کہنے لگا، اچھا میں آپ کا سامان آپ کی گاڑی میں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اس کا سامان گاڑی تک پہنچا دیا۔اس نے وہ رات وہیں گزاری۔

اگلے دن وہ وقت سے کچھ زیادہ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ جب وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہی قلی پہلے سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے دیکھا تو وہ اس سے ایسے گرمجوشی سے ملا جیسے کوئی بڑا ہی عزیز ہوتا ہے۔اس کے بعد اس قلی نے اس کا سامان سر پر اٹھا لیا اور کہنے لگا، صاحب! آج تو ابھی رش نہیں ہوا لہٰذا آج تو آپ کو پہنچا ہی دوں گا۔ جب قلی نے اس کا سامان پلیٹ فارم پر پہنچا دیا اور اس نے اسے پیسے دینے چاہے تو وہ کہنے لگا، نہیں صاحب! میں پیسے نہیں لوں گا کیونکہ میری ہی غلطی کی وجہ سے آپ کی ٹرین مس ہوئی تھی۔اس نے پیسے دینے کی بڑی کوشش کی لیکن قلی نے اس کی منت سماجت کرنی شروع کر دی کہ اگر آپ مجھے پیسے نہیں دیں گے تو میں زیادہ خوش ہوں گا۔ بالآخر اس نے پیسے نہ لیے۔

قلی نے اسے گاڑی پر بٹھایا اور بوگی کے باہر آ کر اس کے ساتھ والی کھڑکی کھول کر کھڑا ہو گیا اور گاڑی کے چلنے کے وقت تک وہ اسے بڑی احسان مندانہ نظروں سے دیکھتا رہا۔اور جب گاڑی چلنے لگی تو اس قلی نے اسے ایسی محبّت سے الوداع کیا کہ اسے پوری زندگی میں کبھی بھی کسی رشتہ دار نے اتنی گرمجوشی کے ساتھ الوداع نہیں کیا تھا۔

اس نے اس واقعہ کے بعد لکھا کہ لیٹ ہونے کا جو غم تھا وہ تو رات کو ہی ختم ہو گیا تھا لیکن اس کی محبّت بھری الوداعی نظر آج بیس سال گزرنے کے بعد بھی میرے دل میں ٹھنڈک پیدا کر دیتی ہے۔

اب دیکھئے کہ وہ بندہ دو گالیاں دے کر اپنے دل کا غصہ ٹھنڈا بھی کر سکتا تھا اور وہ سن کر گھر چلا جاتا، لیکن اس نے معاف کر دیا۔ اور اس معاف کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس نے احسان مانا۔ اس دن بھی اس کا سامان پہنچایا اور اگلے دن بھی سامان پہنچایا۔ حتیٰ کہ جب تک وہ روانہ نہ ہوا وہ پلیٹ فارم پر ہی کھڑا رہا، اس کے لئے دعائیں بھی کرتا رہا اور اسے محبّت بھری نظروں سے الوداع بھی کیا۔ جی ہاں! جب انسان دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے تو ان کی غلطیوں کی تکلیف تو یاد نہیں ہوتی لیکن معاف کر دینے کا مزہ اسے زندگی بھر نصیب ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے جب کبھی کوئی معافی مانگنے آئے تو سب سے پہلے اپنی آخرت کے بارے میں سوچیں کہ اگر میں نے آج اس کو معاف نہ کیا تو پھر میں قیامت کے دن اللہ رب العزت سے کس منہ سے معافی مانگوں گا۔

ذوالنون مصریؒ کی شفقت بھری دعا:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ دریا میں ایک اور کشتی بھی چل رہی تھی۔ اس میں نوجوان مرد، عورتیں اور لڑکیاں سفر کر رہی تھیں۔ وہ لوگ کچھ کھا پی بھی رہے تھے اور ہنسی مذاق میں قہقہے بھی لگا رہے تھے۔ لگتا یوں تھا کہ وہ گندے لوگ تھے اور انہوں نے گندی محفل لگائی ہوئی تھی۔

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی کے لوگوں نے ان کو دیکھا تو انہیں بڑا غصہ آیا اور ان میں سے ایک بندہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا، حضرت! دیکھئے، ان کو خدا کا خوف نہیں ہے، یہ دریا کے پانی کے اندر بھی اس قسم کی گندی حرکتیں کرنے کیلئے آئے ہوئے ہیں، پی پلا رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں، لہٰذا آپ بددعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کشتی کو غرق کر دے۔ آپ پہلے خاموش رہے لیکن

جب لوگوں نے بار بار کہا تو آپ نے اس کشتی والوں کو دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی،

''اے اللہ! جیسے آپ نے ان کو دنیا کی خوشیاں عطا کی ہیں اسی طرح ان کو آخرت کی خوشیاں بھی عطا فرما دیں''۔

جب انہوں نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کشتی والوں کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی۔ اللہ اکبر......!!!

ابراہیم ادھمؒ کا عفو و درگزر:

ایک مرتبہ ابراہیم ادھمؒ نے حلق کروایا۔ یعنی ٹنڈ کروائی۔ وہ کشتی پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے......اس وقت کشتیاں اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ ان میں دو تین سو بندے آسانی سے بیٹھ سکتے تھے......آپ کشتی میں ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے۔ جب چھوٹے بچوں نے چمکتی ہوئی ٹنڈ دیکھی تو ان کو اچھی لگی......چھوٹوں کو کیا وہ تو بڑوں کو بھی اچھی لگتی ہے، ٹنڈ کروائیں تو اس پر ہاتھ پھیرنے کا اپنا مزہ ہوتا ہے......ایک بچے نے پاس آ کر ان کے سر کے اوپر ہاتھ پھیرا تو اس کو بڑا مزہ آیا۔ دوسرے بچے نے بھی ہاتھ پھیرا تو اسے بھی مزہ آیا۔ اس نے تیسرے کو بتایا، حتیٰ کہ بچے باری باری آتے رہے اور ان کی ٹنڈ پر ہاتھ پھیر کر جاتے رہے۔ ان میں سے ایک بچہ کچھ زیادہ ہی شرارتی تھا۔ جب وہ آیا تو اسے شرارت سوجھی اور اس نے ہاتھ پھیرنے کے بعد ایک تھپّڑ سا لگا دیا۔ اس کے بعد دوسرے بچے نے بھی تھپّڑ لگا دیا، اس کے بعد تیسرے نے بھی لگا دیا۔ بچے ان کو تھپّڑ لگاتے رہے اور بڑے ان کو دیکھ کر ہنستے رہے۔ کشتی کے سب آدمی ان کا مذاق اڑانے لگے۔ حتیٰ کہ عجیب طوفان بدتمیزی بپا ہوا۔

جب انہوں نے اللہ کے ایک ولی کو اس طرح بہت زیادہ ایذا پہنچائی تو پھر اللہ رب العزت کی غیرت بھی جوش میں آ گئی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کو الہام فرمایا،

''اے ابراہیم ادھم! انہوں نے طوفان بدتمیزی بپا کرنے میں حد کر دی ہے، اگر اس وقت تو دعا کرے تو

میں اس کشتی کو الٹ دوں تا کہ یہ سب کے سب غرق ہو جائیں''۔

جیسے ہی ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ الہام ہوا تو انہوں نے فوراً ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی، ''اے اللہ! اگر آپ کشتی کو الٹنا ہی چاہتے ہیں تو یہ جتنے بندے موجود ہیں، ان سب کے دلوں کی کشتی کو الٹ کر ان کو نیک بنا دیجئے''۔

ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا قبول ہوگئی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ کشتی میں جتنے بندے بھی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو مرنے سے پہلے ولایت کا مقام عطا فرما دیا۔

رحم کی تلقین:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا۔

اگر ہم دنیا میں اپنے غصے پورے کریں گے تو پھر قیامت کے دن اللہ رب العزت کے غصے کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

سلسلہ نقشبندیہ کی برکت سے غصے کا خاتمہ:

ہمارے اکابر نے فرمایا ہے کہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ میں دوسرا سبق ہے ''لطیفہ روح''۔ جب سالک اس سبق کو اچھی طرح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے غصے سے نجات دلا دیتے ہیں۔ اس کا تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ انڈیا کے ایک عالم تھے۔ انہوں نے ایک بہت بڑے مدرسہ میں بیس سال مسلم شریف پڑھائی۔ بڑے نمایاں اساتذہ میں سے ہیں۔ مگر ان کا غصہ بھی مشہور تھا۔ جب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے تو کہنے لگے، حضرت! میری یہ حالت ہے کہ ذرا سی بات پر غصے میں آجاتا ہوں اور یہ غصہ میرے قابو میں

نہیں رہتا۔لوگ میرے علم کی وجہ سے میرا بڑا احترام کرتے ہیں مگر میں اپنی اس باطنی بیماری سے بہت تنگ ہوں۔انہیں یہ عرض کیا گیا کہ آپ یہ سبق کر لیں،نسخہ موجود ہے۔انہوں نے تقریباً چھ مہینے یہ سبق کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت ایسی بدلی کہ ایک دن آئے اور عرض کرنے لگے کہ میری اہلیہ نے پیغام بھجوایا ہے کہ آپ مجھے غائبانہ بیعت فرمالیں۔پھر کہنے لگے کہ پتہ ہے وہ کیوں بیعت ہونا چاہتی ہیں؟ میں نے پوچھا،کیوں؟ کہنے لگے کہ اس نے میرے ساتھ زندگی کے اتنے سال گزارے،مجھے کہتی تھی آپ چار پانچ ماہ سے بدل چکے ہیں،اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے اس کو نہ بتایا کہ میں بیعت ہو چکا ہوں۔جب اس نے بار بار پوچھا تو پھر میں نے کہا،اب میں نے بیعت کر لی ہے اور میرے اندر اب وہ غصہ نہیں ہے جو پہلے تھا۔کہنے لگے کہ جب اس نے سنا تو کہنے لگی کہ مجھے یہ نسبت سچی لگتی ہے لہٰذا میں بھی اس نسبت سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔

جب انسان یہ اسباق کرے گا تو آپ کے گھروں میں بھی دین زندہ ہوگا۔آج تو یہ معاملہ ہے کہ خود تو صوفی صافی بنے پھرتے ہیں اور گھر والوں کو پکا بے دین بنا رکھا ہے۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے،اوپر سے لا الہ اندر سے کالی بلا۔

غصے کو کنٹرول کرنے کے طریقے:

غصے کو کنٹرول کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

☆......سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی کو غصہ آئے تو وہ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے۔اس کی برکت سے شیطان جو رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہوتا ہے اور غصے کی حالت میں بندے کے ساتھ گیند کی طرح کھیل رہا ہوتا ہے وہ بھاگ جاتا ہے اور غصہ ختم ہو جاتا ہے۔

☆......اگر اس سے بھی غصہ ختم نہ ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کے الفاظ سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگے۔ اس اعوذ باللہ کے پڑھنے سے اللہ رب العزت غصے سے پناہ عطا فرما دیں گے۔

☆......اگر اس سے بھی غصہ ختم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی پوزیشن بدل لے۔ مثلاً لیٹا ہوا تھا تو اٹھ کر بیٹھ جائے، بیٹھا تھا تو کھڑا ہو جائے، کھڑا تھا تو دو قدم چل کر اپنی جگہ بدل لے۔ جگہ کے بدلنے سے اللہ رب العزت اس کے غصے کو ٹھنڈا فرما دیں گے۔

☆......اگر کسی کا غصہ اس سے بھی ٹھنڈا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضو کر لے۔ وضو کی برکت سے اللہ رب العزت اس کے غصے کو ختم فرما دیں گے۔

☆......اگر وضو کرنے سے بھی غصہ دور نہ ہو تو وہ دو رکعت نماز پڑھ لے اور سجدے کی حالت میں سوچے کہ میں سجدے میں پڑا ہوا اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں، اگر آج میں کسی کی غلطی کو معاف نہیں کرتا تو کل اللہ رب العزت قیامت کے دن میری غلطیوں کو کیسے معاف کریں گے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب سجدے میں جا کر اپنی عاجزی کا تصور کریں گے تو غصہ بالکل ٹھنڈا ہو جائے گا۔

☆......اگر اس سے بھی انسان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کچھ پانی لے کر اپنی ناک میں ڈالے، اس سے اس کا غصہ جلدی ٹھنڈا ہو جائے گا۔

☆......اگر اس سے بھی انسان کا غصہ ختم نہ ہو تو پھر وہی دعا مانگے جو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو نبی علیہ السّلام نے فرمائی تھی۔ وہ دعا یہ تھی،

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب! میرے گناہ بخش دیجئے، میرے دل کا غصہ دور کر دیجئے اور بہکانے والے فتنوں سے مجھے بچا لیجئے"۔

☆......اور اگر اس سے بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو آخری طریقہ یہ ہے کہ چند مرتبہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر درود شریف پڑھ لے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ چند مرتبہ درود شریف پڑھنے سے اللہ رب العزت غصے سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب میں اگر دو بندے جھگڑا شروع کر دیں تو عربی لوگ فوراً کہتے ہیں،

صلوا علیٰ محمد ، صلوا علیٰ محمد

آپ ان طریقوں سے غصے کو کنٹرول کر لیا کریں اور دوسروں کو جلدی معاف کر دیا کریں تا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت ہمیں بھی معاف فرما دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ